امام محمد بن حسن فرقد شیبانی

ڈاکٹر زیبا افتخار
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

Abu Abdullah Muhammad bin Hasan bin Farqad Ash-Shebani (750 - 804) was a mawla of Sheban tribe. He was one of the prominent students of Imam Abu Hanifa, who soon got his own identity in the field of Muslim jurisprudence especially in 'Assair' (i.e. International law). He wrote many books on the same topic, which was discussed widely among his followers and opponents. In this article writer discussed his academic legacy.

Key words: Muhammad bin Hasan Shebani - Imam Abu Hanifa - Muslim jurisprudence - International law

دنیا میں اگر کوئی قوم اپنے علمی و تحقیقی سرمائے پر سر فخر سے بلند کر سکتی ہے تو وہ بلا شبہ امت مسلمہ ہی ہے جو سب سے زیادہ اس بات کی حق دار ہے کہ وہ اپنی شاندار حقیقی میراث پر فخر کرے جو تاریخ انسانی میں یگانہ روزگار تسلیم کی جاتی ہے اور جو اپنی ساخت، لچک، گہرائی، گیرائی، دقیق قانونی نظریات اور عدل وانصاف میں مساوات کی بنا پر منفرد مقام کی حامل ہے اور چونکہ اس علمی سرمائے کی بنیاد قانون سازی کے اولین مصادر (قرآن وسنت) پر قائم ہے ۔ لہٰذا انسانی نفسیات سے قریب ترین اور مستند ترین ہے اس پر مستزاد وہ مسلمان علما و فقہا ہیں جنھوں نے فاصلوں اور زبانوں کے اختلاف کے باوجود ایک جم غفیر اپنی کاوشوں اور محنتوں کا چھوڑا ہے۔

ان فقہا کرام میں امام محمد بن حسن شیبانی سب سے پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے نہ صرف فقہ اسلامی کو علمی انداز میں مدوّن کیا بلکہ اس پر کثیر سرمایہ بھی چھوڑا۔ امام محمد کا شمار ''صاحبین'' میں ہوتا ہے۔(۱) امام محمد کا قد امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں قدرے بلند نظر آتا ہے تو اس کی واحد وجہ آپ کی تصنیفات ہیں۔ امام محمد کے اولین استاد امام ابوحنیفہ کی جانب چند رسائل منسوب کیے جاتے ہیں۔ مگر حدیث اور فقہ پر خود امام اعظم کی اپنی مرتبہ کتاب کوئی نہیں۔ بلکہ آپ سے علمی تبحر اور تفقہ فی الدین کا نچوڑ اُن کے شاگردوں اور بالخصوص صاحبین کی تالیفات میں ملتا ہے بالکل اسی طرح امام ابو یوسف کا تحریری کارنامہ کتاب الخراج اور الرد علی سیر اوزاعی وغیرہ جیسی معرکتہ آرا کتابیں ہیں مگر ان کی تعداد تھوڑی ہے جب کہ امام محمد کی تالیفات کثیر ہیں اور فقہ اور قانون کے سارے پہلوؤں کی جامع ہیں۔ آپ کے اس علمی کارنامے کے سبب جملہ متاخرین حنفی ان کے خوشہ چین ہیں۔

حالات زندگی

آپ کا پورا نام محمد بن حسن فرقد شیبانی تھا۔کنیت ابوعبداللہ تھی ۔آپ بنوشیبان کے مولیٰ تھے اسی نسبت سے شیبانی کہلائے۔(۲) آپ کی پیدائش ۱۳۱ھ میں عراق کے شہر واسط میں ہوئی (۳) آپ عربی النسل نہ تھے مگر اس نے آپ کی عزت و عظمت اور شہرت پر کوئی اثر نہ ڈالا۔آپ کے والد حرستانی تھے اور شام کی فوج میں ملازم تھے۔لشکر کے ساتھ حسن بن فرقد شام سے عراق آئے جہاں امام محمد کی پیدائش ہوئی۔(۴)حسن بن فرقد کا شمار صاحب حیثیت لوگوں میں ہوتا تھا وہ خاصے مالدار تھے اور انہوں نے اپنے بعد ایک زرکثیر اپنی اولادوں کے لیے چھوڑا تھا یہی دولت امام محمد کے لیے کاروبار زندگی سے فراغت اور طلب علم میں معاون ثابت ہوئی نہ صرف بچپن آسودگی میں بسر ہوا جس کے اثرات واضح طور دیکھے جاسکتے تھے۔آپ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ صحت مند، طاقتور،طویل قامت اور سڈول جسم کے مالک تھے اور خاصے وجیہہ بھی تھے۔(۵) آپ کی پیدائش تو واسط کی ہے مگر پرورش کوفہ میں ہوئی ،وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔قرآن پاک کا کچھ حصہ حفظ کیا اور احادیث نبویہ کا بھی کچھ حصہ حفظ کر لیا۔(۶)

یہ وہ دور تھا کہ جب کوفہ علم حدیث وفقہ کا مرکز تھا۔علم اور علما کی کثرت کی وجہ سے اس کی شہرت عروج پر تھی۔ایک طرف یہاں کی مساجد، حدیث،فقہ،نحو اور ادب کے حلقہ ہائے درس سے گونجتی رہتی تھیں تو دوسری طرف اسلامی علوم،اصل عربی روایات، بیرونی ثقافتوں اور اجنبی تہذیبوں کا سنگم یہی شہر تھا۔یہی وجہ تھی کہ کوفہ ان مجموعہ اضداد کی بنا پر فکری مباحثوں کا مرکز بھی بن گیا تھا۔ شاید اسی لیے امام ابوحنیفہ نے اسے مدینۃ العلم قرار دیا تھا۔(۷)

ایسے بلند و پایہ علمی معاشرے میں امام محمد نے عربی لغت اور روایت کے کچھ درس لئے تھے مگر جلد ہی امام ابوحنیفہ کے حلقہ درس نے آپ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔داود طائی کے مطابق امام ابوحنیفہ نے امام محمد کے لیے اسی وقت فرمایا تھا جب کہ آپ نوعمر تھے کہ:

''اگر یہ زندہ رہا تو بڑا مرتبہ اور مقام حاصل کرے گا۔''(۸)

جب امام محمد،امام ابوحنیفہ کے حلقہ درس میں بیٹھنے آئے تو اُن کی عمر تقریباً ۱۴ سال تھی۔امام اعظم نے ان کا حفظ القرآن کا امتحان لیا تو انھیں مکمل حافظ القرآن نہ پایا۔اس پر نصیحت کی کہ جب تک قرآن حفظ نہ ہوجائے درس میں شریک نہ ہوں۔(۹) چنانچہ وہ سات دن تک درس میں حاضر نہ ہوئے ،بعدازاں اپنے والد کے ساتھ آئے اور کہا کہ میں نے قرآن حفظ کرلیا ہے۔اس میں حیرت تو ہوتی ہے مگر شک نہیں کیونکہ آپ کا حافظہ بہت اچھا تھا۔مورخین آپ کے قوی الحافظہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔(۱۰)

امام ابوحنیفہ کا اپنے شاگردوں کو تعلیم دینے کا طریقہ ایسے اسلوب اور نہج پر مشتمل تھا جو تحقیق،غوروفکر اور مناظرانہ صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا تھا۔وہ شاگردوں کے سامنے محض اپنی آرا بیان نہ کرتے بلکہ سوالات اٹھاتے تھے اور اپنے تلامذہ کے ساتھ اس پر بحث وتحقیق میں مصروف ہوجاتے تھے کبھی کبھی یہ بحث مہینوں چلتی،آخر کار جب مسئلہ کا حل پالیتے اور کسی ایک رائے پر اتفاق ہو جاتا تو مسئلہ تحریر کرنے کی اجازت دیتے۔(۱۱)امام محمد کو امام ابوحنیفہ کی اس طرز تعلیم نے بہت سنوارا۔وہ نہ صرف مسائل کا سماع کرتے۔تحقیق میں شریک ہوتے بلکہ ان کو لکھنے اور مرتب کرنے میں انتہائی سنجیدگی اور سختی کے ساتھ عمل پیرا رہتے۔ابتدائی زندگی

میں تدوین کی یہ سنجیدہ کوشش بعد میں آپ کی تصانیف وتالیف اور تدوین فقہ کی بنیاد بنی۔

امام محمد کے اساتذہ کی کثیر تعداد تھی دلچسپ بات یہ ہے کہ ان اساتذہ کی سوچ میں باہم اختلاف تھا۔ان اساتذہ میں مفسر، محدث،فقیہ،ادیب اور مورخ ہرقسم کے علما شامل تھے۔اس تنوّع نے اُن کے سوچنے ، سمجھنے کی صلاحیت کو مزید جلا بخشی۔آپ کے علمی اسفار بھی بے شمار تھے۔بصرہ،مکہ،مدینہ کا کئی دفعہ سفر کیا۔(۱۲)اوران شہروں کے علما سے استفادہ کیا،حج ایک بہترین موقع ہوتا تھا کہ اس دور میں یہاں با قاعدہ علماوفقہاء کی مجالس ہوتی تھیں جن میں علمی مذاکرہ ومباحثہ ہوتا تھا۔تاکہ ایک دوسرے کے پاس موجود آثار وآرا سے واقفیت حاصل کریں۔اس میں شک نہیں کہ امام محمد نے بہت سے فقہاء سے حج کے موقع پر ہی تعلق قائم کیا اور کسب فیض کیا۔

اپنے اولین استاد کے انتقال کے بعد وہ امام ابو یوسف سے کسب علم کرتے رہے امام ابو یوسف حافظ محدث تھے۔اصحاب ابوحنیفہ میں انھیں سب سے بڑا محدث تسلیم کیا جاتا تھا۔(۱۳)انہوں نے امام ابو یوسف سے احادیث اور آثار کا وہ علم حاصل کیا جس پر عراقی فقہ کی عمارت قائم کی تھی۔امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے تو باقاعدہ تین سال وہیں گزارے تاکہ اُن سے اُن کی کتاب ''موَطا'' روایت کریں۔اس کے ساتھ ساتھ اسی عرصے میں آپ وہ مناظرے اور مباحث بھی اپنی کتاب ''الحجہ یا الحجج'' میں ضبط تحریر میں لے آئے جو آپ کے اور شیوخ مدینہ کے درمیان ہوتے تھے(۱۴)اوراس طرح آپ کو فقہ کوفہ و مدینہ اور آثار عراق وحجاز یکساں حاصل ہوئے۔

امام محمد جب ''موَطا'' روایت کر کے مدینہ سے واپس کوفہ پہنچے تو اب وہ تحصیل علم کے مراحل مکمل کر چکے تھے۔اور فقہ، حدیث اور لغت میں امامت کے درجے پر فائز ہو چکے تھے یہی وہ دور ہے کہ جب آپ کی مشغولیت تدریس،تصنیف اور تالیف میں بہت بڑھ گئی کچھ وقت طلبا کے ساتھ گزارتے باقی اوقات میں تحریر ومطالعہ میں منہمک رہتے تھے۔کوئی مشغولیت یا مصروفیت انھیں اس سے ہٹا نہ سکتی تھی۔دولت اور سرمائے کی کثرت نے انھیں اور ان کی اولادوں کو خوشحال زندگی دی تھی لہٰذا وہ کسب معاش کے دھندوں سے بھی علیحدہ رہے،یہی وجہ ہے کہ اس دور میں آپ کی تحریروں اور مولفات کی کثیر تعداد ہے۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ اقتدار میں بغداد منتقل ہوئے۔یہ انتقال کسی جاہ ومنصب کی لالچ میں نہ تھا،آپ عالم و زاہد تھے اور خلفا وامرا کی مجالس سے الگ تھلگ ہی رہتے تھے،شہر بغداد اپنی تعمیر کے بعد مختصر مدت میں مدینۃ العلم بن گیا تھا(۱۵)امام محمد کے بغداد پہنچنے سے قبل ہی اُن کے علم کی شہرت وہاں ہو چکی تھی اور بہت جلد آپ کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ شیخ،امام ابو یوسف کی حیات ہی میں وہ اہل الرائے کے لیے بغداد میں مرجع اوّل بن گئے۔آپ کی اہلیت وعلمیت سے خلیفہ واقف ہوا تو انھیں رقہ کے منصب قضا کی ذمہ داری دینا چاہی تو آپ گھبرا گئے علمی مشغولیت سے نکل کر اس طرف آنا انھیں پسند نہ تھا مگر سیاسی حالات آڑے آ گئے اور انھیں بادل ناخواستہ مجبوراً یہ عہدہ قبول کرنا پڑا۔اس کا نقصان یہ بھی ہوا کہ انھیں بغداد چھوڑنا پڑا اور رقہ آنا پڑا۔(۱۶)جب آپ رقہ میں باقاعدہ قیام پذیر ہوگئے تو منصب قضا کی ذمہ داریاں بھی ان کو علمی کاموں سے روک نہ سکیں اور آپ بدستور علمی جہاد میں مصروف رہے۔کافی عرصہ اس منصب پر فائز رہنے کے بعد ایک دفعہ آپ نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسین کی امان کے حق میں دو

ٹوک فیصلہ دیا۔(۱۷) جو خلیفہ کی مرضی کے خلاف تھا لہٰذا آپ خلیفہ کے عتاب کا شکار ہوئے اور نہ صرف عہدے سے معزول ہوئے بلکہ فتویٰ دینے سے بھی روک دیا گیا کچھ عرصہ یہی صورتحال رہی۔ پھر اُن پر سے فتویٰ نہ دینے کی پابندی اٹھالی گئی بعدازاں خلیفہ نے انھیں قاضی القضاۃ کا منصب پیش کیا۔ آپ اسے ہرگز قبول نہیں کرنا چاہتے تھے مگر انکار کا کوئی فائدہ نہ تھا انھیں مجبوراً قبول کرنا پڑا۔ دوسرے یہ خیال بھی دامن گیر تھا کہ خلیفہ نے جو رویہ آپ کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ اس منصب کو پیش کر کے اُسی کی معذرت چاہتا تھا۔ امام محمد نے یہ عہدہ قبول کرلیا مگر حق کا دامن پھر بھی نہ چھوڑا اور خلیفہ کی مرضی اور منشاء کے مطابق اپنے مذہب کو کبھی داؤ پر نہ لگایا قضا نے زیادہ مہلت نہ دی اور کم وبیش دو سال تک اس منصب پر فائز رہنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا انتقال رے کے قریب رنبویہ کے مقام پر ۱۸۹ھ میں ہوا جہاں آپ خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔(۱۸) رے کے قریبی مقام جبل طبرک میں آپ کی قبر مبارک ہے۔(۱۹) مگر دست بردزمانہ نے اس کا نشان مٹا دیا ہے۔

علمی خدمات

امام محمد ایک معتدل شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے ایک خاص مقصد کے لیے علم حاصل کیا اور پھر اس علم کو مدوّن کرنے اور پھیلانے کی خاطر آپ نے اپنا سب کچھ لگا دیا اور مختصر عرصے میں وہ علمی شان وشوکت اور بلندی حاصل کی جسے ہماری فقہی میراث میں بالخصوص اور انسانی ثقافت میں بالعموم قائدانہ مقام حاصل ہے۔ امام محمد کی بہت سی تالیفات ہیں جو حنفی فقہ کی بنیادی مراجع شمار ہوتی ہیں تدوین فقہ کے ضمن میں آپ کی سب سے اہم خدمت ایک منہج کا تعین ہے جو آپ سے پہلے کسی نے اختیار نہ کیا۔(۲۰) یہ منہج بالعموم مربوط اور منطقی تسلسل کے ساتھ فرضی مسائل کی تفصیلات وفروغ بیان کرتے وقت عملی صورت میں سامنے آتا ہے اور ساتھ ہی شرعی حکم کے اثبات کے لیے اجتہادی رنگ لیے ہوتا ہے بلاشبہ امام محمد کے اس منہج نے تدوین فقہ کو وسعتوں کی ایک نئی صورت عطا کی جو آپ سے قبل معروف ومروج نہ تھی۔

امام محمد کی کتابیں ثقاہت اور اعتماد کے لحاظ سے یکساں درجہ کی نہیں اسی لیے آپ کی کتابوں کی درجہ بندی بھی کی گئی ہے اور انھیں دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

i) کتب ظاھر الروایة ii) کتب نادر الروایة

کتب ظاھر الروایة کو مشھور الروایة بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں آپ کی وہ تالیفات شامل کی جاتی ہیں جو آپ کی مشہور روایات ہیں اور ثقہ راویوں کے ذریعہ منقول ہیں۔ کتب ظاھر الروایة یہ ہیں:

(i) المبسوط (ii) الجامع الصغیر (iii) الجامع الکبیر

(iv) السیر الصغیر (v) السیرالکبیر (vi) الزیادات

ان کتابوں کو اصول کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ نادرالروایة میں جو کتابیں شامل کی جاتی ہیں وہ رقیات، جرجانیات، کسیانیات اور النوادر شامل ہیں۔ مذکورہ کتب کے علاوہ بھی آپ کی تالیفات ہیں جنھیں مورخین نے ان دونوں میں جگہ نہیں دی مثلاً کتاب آلاثار، الحجه، المؤطا، زیادہ الزیادات (۲۱) امام محمد کی کثیر تالیفات میں سے چند ایک ہی دست بردزمانہ سے محفوظ رہ

سکیں اور آج دستیاب ہیں۔ کچھ شرحیں لکھی گئیں جن سے اصل کتاب کا مواد حاصل ہوتا ہے بہر حال جو کچھ بھی معلومات آپ کی تصانیف کے بارے میں پہنچی ہیں ان کا ایک مختصر تعارف امام محمد کے فقہی ولغوی کارناموں اور ان کی شخصیت کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

i) المبسوط

المبسوط، امام محمد بن حسن شیبانی کی سب سے بڑی اور اہم ترین کتاب ہے۔ اسے الاصل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ آپ کی اولین تصنیف ہے۔ آپ نے اس تصنیف میں فقہی مسائل کے موضوعات کو بنیاد بنا کر روایات قائم کی ہیں۔ ایک موضوع پر مسائل یکجا کر کے اسے کتاب کا نام دیا گیا ہے مثلاً کتاب الصلوۃ، کتاب الزکواۃ، کتاب الرهن وغیرہ۔ جب ان مختلف کتب کو جمع کر دیا گیا تو بقول ابن ندیم:

''تصانیف کا ایک مجموعہ وجود میں آ گیا۔'' (۲۲)

جس کا نام المبسوط یا الاصل رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کا تذکرہ دو طرح سے کیا جاتا ہے، یعنی بعض اسے ایک کتاب، اور بعض اسے مجموعہ کتب قرار دیتے ہیں۔ جس زمانے میں امام محمد نے المبسوط تحریر کی ہے وہ فقہ تقدیری کے عروج کا دور تھا۔ (۲۳) لہٰذا امام محمد نے بھی اس کتاب میں بکثرت ایسے فقہی فروع تحریر کیے ہیں جو ابھی وقوع پزیر نہیں ہوئے تھے بلکہ ممکن الوقوع تھے یہ فقہی فروع خود ان کے اپنے بیان کردہ اور شیخین (امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف) کے بیان کردہ ہیں۔

امام محمد نے المبسوط اپنے شاگردوں کو املا کروائی تھی جس کو آپ کے بہت سے شاگردوں نے روایت کیا اس طرح اس کے متعدد نسخے وجود میں آئے تاہم ان میں سب سے اہم ترین اور مشہور نسخہ وہ ہے جو جرجانی نے روایت کیا۔ (۲۴) امام صاحب کے بعد حنفی فقہ پر قلم اٹھانے والا ہر مولف اس کا محتاج رہا ہے چنانچہ متاخرین اس کی خوشہ چینی کرتے رہے اور اس کے منہج سے رہنمائی حاصل کرتے رہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال امام سرخسی کی المبسوط ہے، امام سرخسی نے اپنی کتاب المبسوط میں جو دراصل ظاهر الرواية کی شرح ہے امام محمد کی اصل (المبسوط) کو ہی بنیاد بنایا ہے وہ اکثر مقامات پر اس کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور اس کے آثار نقل کرتے ہیں۔ (۲۵)

ii) الجامع الصغیر

جامع الصغیر ضخامت کے لحاظ سے ایک مختصر کتاب ہے مگر حنفی مذہب میں اس کی علمی قدر و قیمت نمایاں نظر آتی ہے کیونکہ چند ابواب میں امام زفر کی آرا کے اشارات کے سوا یہ تمام کی تمام امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور خود آپ کی فقہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جامع الصغیر فروعی مسائل پر مشتمل ہے جن کی تعداد ایک ہزار پانچ سو بتیس ہے اگرچہ اس کتاب کو امام محمد نے امام ابو یوسف کے واسطے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے لیکن اس میں ایک سو ستر کے قریب اختلافی مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ (۲۶) لہٰذا اس تصنیف کو صرف امام ابوحنیفہ کی طرف روایت کردہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس میں امام محمد کے فقہی کارنامے بھی نمایاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علما و فقہاء نے اس کتاب کے مسائل کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

☆ایسے مسائل جو اس سے پہلے کہیں بیان نہیں ہوئے ایسے مسائل کی تعداد قلیل ہے۔

☆وہ مسائل جو المبسوط میں شامل کیے گئے لیکن المبسوط میں ایک حجت یہ رہ گئی تھی کہ مسائل کو بیان کرتے وقت اس کی وضاحت نہیں ہوتی تھی کہ یہ جوابات ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق ہیں کہ نہیں۔ لہٰذا ان مسائل کو امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت دینے کے لیے دوبارہ بیان کیا گیا۔

☆ایسے مسائل جو المبسوط میں بیان کر دیے گئے تھے امام محمد نے ان کو دوبارہ باانداز دگر بیان کیا۔(۲۷)

اس کتاب کی علمی قدر و قیمت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ علما نے اس پر خاص توجہ دی بعض نے اسے مرتب کیا اور متعدد اہل قلم نے اس کی شرحیں لکھیں۔ امام محمد کے شاگردوں میں عیسیٰ بن ابان۔(۲۸) اور محمد بن سماعۃ نے جامع الصغیر روایت کی جو ہندوستان میں زیورطباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

iii) جامع الکبیر

جامع الکبیر کو امام محمد کی تیسری تصنیف قرار دیا جاتا ہے۔(۲۹) جو ان کی بلند پایہ کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ آپ نے اس کتاب کی تالیف کے دوران ارتکاز توجہ کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔(۳۰) جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ کتاب انتہائی دقیق اور محکم صورت میں سامنے آئی۔ کہا جاتا ہے کہ امام محمد نے یہ کتاب دو دفعہ تالیف کی۔ دوسری دفعہ اس میں کچھ ابواب اور مسائل کا اضافہ ہوا۔ نیز اس کتاب میں آپ نے ایسی عبارت استعمال کی ہے کہ الفاظ کے چناؤ کی وجہ سے عبارت حسین تر اور معنی ومفہوم کے لحاظ سے وسیع تر ہو گئی ہے۔ درحقیقت اس کتاب میں امام ابومحمد ایک فقیہ سے زیادہ نحوی نظر آتے ہیں اور لغوی قواعد اور فقہی احکامات کے درمیان مہارت اور کمال کے ساتھ ربط قائم کرتے ہیں۔

علما کا خیال ہے بلکہ اتفاق ہے کہ امام محمد نے جامع الکبیر کو امام ابو یوسف سے روایت کر کے تحریر نہیں کیا۔(۳۱) تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں بہت سے مسائل ہیں جن کو امام محمد نے امام ابو یوسف سے حاصل کیا۔ اس کے علاوہ وہ مسائل بھی ہیں جو امام محمد نے دیگر فقہائے عراق سے حاصل کیے۔

جامع الکبیر کے مسائل انتہائی دقیق ہیں اور اُن کی تخریج انتہائی دشوار ہے اس لیے بھی علمائے کرام نے اس کی شرحیں لکھنے کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس تصنیف پر ایک الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ یہ فقہی استدلال سے خالی ہے اور نہ ہی اس میں قرآن و سنت سے کوئی دلیل دی گئی ہے اور نہ ہی قیاس کے توضیحی اور تفصیلی طریقے بیان کیے گئے ہیں لیکن اس الزام کے باوجود علما نہایت احسن الفاظ میں اس تصنیف کی تعریف وتوصیف کرتے نظر آتے ہیں۔

محمد بن شجاع۔(۳۲) کا قول ہے کہ:

> ''جامع الکبیر کی تالیف میں امام محمد کی مثال اس شہر کی سی ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا جُوں جُوں اس کی دیواریں اٹھاتا گیا اس کی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے سیڑھیاں بھی بناتا گیا۔ حتیٰ کہ گھر کی تعمیر مکمل ہوئی پھر وہ نیچے اتر آیا اور تمام سیڑھیاں گرادیں پھر لوگوں سے کہا لیجئے !اب اس بلند و بالا عمارت پر

چڑھے۔"(۳۳)

iv) السیر الصغیر و السیر الکبیر

امام محمد شیبانی نے سب سے پہلے مسلمانوں کے علم السیر یعنی قانون بین الممالک پر قلم اٹھایا، اس موضوع پر سب سے پہلے آپ ہی کی تصانیف سامنے آئیں جس میں آپ نے اس پر تفصیلی بحث کی۔ قانون بین الممالک (انٹرنیشنل لاء یا بین الاقوامی قانون) مسلمانوں میں علم السیر کے نام سے جانا جاتا تھا۔ جس میں مسلمانوں کا دیگر اقوام کے بارے میں نقطۂ نظر، صلح و جنگ میں آپس کے تعلقات نیز مملکت اسلامیہ کے اندر اور باہر اس کے مختلف حالات میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات وغیرہ زیر بحث آئے ہیں۔

قانون بین الممالک کے موضوعات پر امام صاحب نے دو تصانیف لکھیں جو السیر الصغیر اور السیر الکبیر کے نام سے معروف ہوئیں۔ ان میں امام محمد نے حالت جنگ اور اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات کے احکامات تفصیلاً بیان کیے ہیں۔ نیز جنگی قیدیوں، سفیروں، مصالحت، معاہدات اور مجرموں کے مسائل اور اموال غنیمت کے احکامات کو شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا ہے۔ (۳۴)

امام محمد نے پہلے السیر الصغیر تالیف کی جس میں انہوں نے صرف امام ابوحنیفہ سے روایت کردہ مسائل بیان کیے یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مختصر ہے اور تمام احکامات کا احاطہ نہیں کرتی چنانچہ بعد میں اسی پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اور دیگر احکامات کو زیر بحث لاتے ہوئے السیر الکبیر کی صورت میں وسعت دے کر پھیلا دیا گیا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ کتاب قانون بین الممالک کے تمام مسائل پر حاوی اور اپنے موضوع پر ایک منفرد کاوش بن کر سامنے آئی۔

یہ بات البتہ وضاحت طلب ہے کہ ان دونوں تصانیف میں سے کسی ایک کا بھی اصل نسخہ باقی نہیں رہا۔ البتہ ان کی متعدد شرحیں ضرور میسر ہیں جن میں سب سے مشہور امام سرخسی کی ہے۔ السیر الکبیر آپ کی ان آخری تالیفات میں سے ہے جن کی روایت آپ کے لائق شاگرد ابوحفص کے بخارا منتقل ہونے کے بعد بغداد تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کتاب کے راویوں میں ابو سلیمان جوزجانی اور اسماعیل بن قروینی شامل ہیں۔ (۳۵)

v) الزیادات

امام محمد کی کتاب الزیادات کبھی زیور طباعت سے آراستہ نہ ہوئی، قیاس ہے کہ یہ جامع الکبیر کے اضافی مسائل ہیں کیونکہ اس میں امام محمد کا منہج بالکل وہی ہے، جو جامع الکبیر کا ہے چنانچہ آپ مسائل کو دقیق اور پیچیدہ عبارت میں اُن کے دلائل بیان کیے بغیر لاتے ہیں۔ اس کتاب کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ آپ کی ایک اور کتاب زیادہ الزیادات کے نام سے موجود ہے یہ ان مسائل کا استدراک ہے جو الزیادات میں بیان ہونے سے رہ گئے تھے یہ کتاب حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

vi) کتاب الآثار

امام محمد نے اہل عراق کے ہاں موجود سنن اور اخبار ماثور کو اپنی کتاب الآثار میں جمع کیا اور اسے امام ابوحنیفہ سے روایت

کیا۔ وہ اپنی اکثر مرویات کا امام ابو یوسف کی کتاب الآثار کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مسند ابی حنیفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ (۳۶) حالانکہ امام محمد نے اس میں ابو حنیفہ کے علاوہ بیس کے قریب دیگر شیوخ سے بھی روایات لی ہیں۔ لیکن بہر حال یہ زیادہ تعداد میں نہیں اس لیے یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ یہ امام ابو حنیفہ کی مسند نہیں ہے۔ اس کتاب میں امام محمد کا منہج سنن، اخبار اور آرائے صحابہ و تابعین کو فقہی ابواب کے تحت بیان کرنے پر قائم ہے بعض غیر فقہی ابواب بھی شامل ہیں مثلاً اُن صحابہ کے فضائل کا باب جو فقہ کی تدریس سے وابستہ تھے صلہ رحمی اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کا باب، نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے باب نیز لیلۃ القدر کا باب وغیرہ۔

کتاب الآثار کی اس لحاظ سے بڑی قدر و قیمت ہے کہ اس کتاب سے امام ابو حنیفہ کی احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے آگاہی کے بارے میں معلوم ہوتا ہے نیز اس سے امام ابو حنیفہ کے ان اکثر شیوخ کا پتا چلتا ہے جن سے اس جلیل القدر امام نے روایت کی ہے۔ (۳۷)

viii) کتاب الحجه

کتاب الحجہ امام محمد کی دیگر کتابوں سے منفرد ہے آپ نے اس میں بڑے بڑے فقہی مسائل میں اہل کوفہ اور اہل مدینہ کے درمیان اختلاف بیان کیا ہے۔ اس کا منہج و اسلوب تحریر یہ ہے کہ ہر باب کے آغاز میں امام ابو حنیفہ کی رائے بیان کی جاتی ہے اس کے بعد اہل مدینہ کی رائے اور ان کے دلائل بیان کیے جاتے ہیں اور پھر امام محمد ان کا تجزیہ کرتے ہیں اور عموماً منطقی دلیل لاتے ہیں اور اس کے ثبوت میں آثار و اخبار پیش کرتے ہیں۔

درحقیقت یہ کتاب عراقی اور حجازی فقہ کا ایک منفرد تقابلی مطالعہ ہے جسے بلا اختلاف ایک رہنما کی حیثیت حاصل ہے اس کتاب کا آغاز الصلوۃ سے ہوتا ہے اور اختتام کتاب الفرائض پر ہوتا ہے اس تصنیف میں امام محمد کی انصاف پسندی جھلکتی ہے اور یہ کتاب تعصب سے پاک ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اہل مدینہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ جب بھی اہل مدینہ کی رائے کو امام ابو حنیفہ کی رائے کے مقابلے میں حق کے زیادہ قریب پایا تو بلا جھجک اپنے استاد کی رائے پر ترجیح دی۔ امام محمد عموماً عراقی فقہ کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں لیکن اس کے لیے ہمیشہ دلیل بھی لاتے ہیں۔ بعینہ اہل مدینہ کی رائے کو دلیل سے قریب قریب تر پاتے ہیں تو اس کا دفاع بھی کرتے ہیں۔ (۳۸)

viii) مؤطا بروایت امام محمد

عہد مہدی کے اوائل میں امام مالک سے ملاقات کے لیے امام محمد نے مدینہ کا سفر کیا اس سفر اور امام مالک سے ملاقات کا جو راست فائدہ ہوا وہ یہ کہ آپ کی دو اہم تالیفات ایک مؤطا بروایت محمد اور دوسری کتاب الحجہ منظر عام پر آئیں بے شک یہ اس دور میں اہل عراق اور اہل حجاز کے درمیان فکری و علمی اتصال کا بہترین نمونہ ہیں۔

امام مالک کو اپنے زمانے میں جو علمی مقام حاصل تھا اور ان کی کتاب مؤطا کی جو شہرت تھی اس نے علما و کرام کو میلوں کا سفر طے کر کے امام صاحب کا علم اور فتویٰ حاصل کرنے اور مؤطا روایت کرنے کے لیے یہاں آنے پر مجبور کیا، یہی وجہ ہے کہ اس

کتاب کو روایت کرنے والوں کی تعداد حیران کن ہے۔(۳۹) اگر چہ یہ تمام روای امام مالک کے مذہب کے پیروکار نہ تھے۔

امام مالک کی مؤطا کے روایت کردہ جو نسخے زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں اُن میں مغرب میں یحییٰ لیثی۔(۴۰) اور اہل مشرق میں امام محمد کا نسخہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اگر چہ دونوں نسخوں میں ابواب اور احادیث کے تعداد کے لحاظ سے خاصا فرق ہے یحییٰ لیثی کا روایت کردہ نسخہ زیادہ ضخیم ہے جن کی واحد وجہ یہ ہے کہ امام مالک ہر سماعت کے وقت حسب ضرورت اپنی کتاب میں کمی بیشی کرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے مختلف اوقات میں ہدایت کردہ نسخے ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے۔(۴۱)

امام محمد کا روایت کردہ نسخہ بہترین سمجھا جاتا ہے آپ مؤطا کی سماعت کرنے کی غرض سے مسلسل تین سال تک مدینہ میں قیام پذیر رہے اور اس دوران ایک سے زائد بار براہ راست امام مالک سے مؤطا سماعت کی۔ پھر یہ کتاب تصنیف کی جن میں انہوں نے صرف امام مالک کی روایت کردہ احادیث کو بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ دیگر روایات بالخصوص علماے حجاز و عراق سے سماعت کردہ روایات کا بھی اضافہ کر دیا ان روایات کا اکثر حصہ خود اُن کی اپنی رائے کے مطابق ہے، خواہ یہ رائے امام مالک یا امام ابو حنیفہ کے مخالف ہو یا موافق۔ وہ اسے یوں بیان کرتے ہیں:

''اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں اسی پر امت کا عمل ہے، یہی صحیح ہے، یہی ظاہر ہے''۔(۴۲)

چونکہ امام محمد نے مؤطا امام مالک میں امام مالک کے علاوہ دیگر علمی روایتیں اور خود اپنے اجتہادات کثرت سے جمع کیے ہیں۔ اسی لیے یہ مؤطا امام محمد کے نام سے مشہور ہے۔

امام محمد کی تصانیف کا تذکرہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ بہت سی نادر تصانیف بھی ہیں جن کے بارے میں معلومات کافی نہیں۔ وہ تصانیف درج ذیل ہیں: الحیل، النوادر، الاکتساب فی الرزق المستطلاب، الرقیات الجرجانیات، کسیانیات، ہارونیات وغیرہ۔ یہ کتابیں نایاب ہیں، ان کے بارے میں بس اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ کتابیں آپ کے شاگردوں نے آپ سے روایت کی تھیں، الاکستاب خود امام صاحب کی تصنیف ہے مگر کبھی طبع نہ ہوئی۔

امام محمد کی یہ شاندار علمی فتوحات چند اسباب کی مرہونِ منت ہیں ان میں سے بعض کا تعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علمی استعداد سے ہے۔ کیونکہ آپ نہایت ذہین، قوی الحافظہ اور بلا کی ذہنی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ جبکہ دوسری طرف آپ کے زمانے کی علمی تحریک اور تہذیبی خصوصیات کا بھی حصہ تھا، جنھوں نے آپ کی پوشیدہ صلاحیتوں کو نکھارا۔

حقیقت یہی ہے کہ امام محمد کی شخصیت شوق اور اخلاص سے سرشار، سنجیدہ طالبانِ علم کے لئے مثالی اور قابل تقلید نمونہ ہے۔ آپ کا یہ علمی جہاد دنیاوی فسادات اور اغراض و مقاصد سے بالکل پاک تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو ہر طرف سے کاٹ کر پوری یکسوئی اور توجہ وانہماک کے ساتھ علم فقہ پڑھنے پڑھانے اور اسے مدوّن کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ طبعاً کلامی مسائل میں الجھنے سے متنفر رہتے تھے آپ کا اس بات پر یقین تھا کہ ان مسائل پر گفتگو کرنے کا صحیح طریقہ وہی ہے جو سلفِ صالحین نے بغیر کسی عقلی مبالغے کے آیات الٰہی اور سنتِ رسول پر اعتماد کرتے ہوئے اپنایا ہے۔ کیونکہ عقلی مبالغہ انگیزی لوگوں کے عقائد کا تحفظ کرنے سے زیادہ انھیں بگاڑتی ہے۔

امام شافعی کے قول کے مطابق امام محمد سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے۔(۴۳) بقول امام شافعی کے:

''میں نے امام محمد سے ایک اونٹ کے برابر کتابیں پڑھی ہیں اوران کتابوں کے لئے ساٹھ دینار خرچ کئے ہیں۔میں نے ناسخ ومنسوخ کا ان سے زیادہ جاننے والا کسی کونہیں دیکھا امام مالک کے بعد میں ان کو اپنا امام مانتا ہوں''(۴۴)

آپ کی عبارت پُرشکوہ، فصیح وبلیغ، خوبصورت اور اثر آفرین تھی جب کہ بعض ناقدین آپ کی تحریروں پر تنقید بھی کرتے ہیں۔مثلاً امام محمد کے امام فی اللغہ ہونے کے باوجود آپ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ بعض اوقات وہ غیر فصیح الفاظ استعمال کر جاتے ہیں۔(۴۵) حالانکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ الفاظ عامۃ الناس میں معروف تھے،لہٰذا آپ اپنے مسائل کو آسان بنانے کے لیے وہی الفاظ استعمال کر جاتے تھے تاکہ عام قاری کے لیے قابل فہم ہو سکے۔اسی طرح ایک الزام یہ بھی عائد کیا جاتا ہے کہ امام محمد نے بعض غیر عربی الفاظ استعمال کیے ہیں۔(۴۶) اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ ایک ایسے معاشرے کے باسی تھے جو فارسی تہذیب کے عہد سے قریب تر تھا اور ابھی تک فارسی زبان کا اثر اور اس کے بعض مفردات کا وجود باقی تھا۔

قطع نظر ان بے اثر الزامات کے امام محمد بن حسن شیبانی کا نام اسلامی فقہ میں ان جید علما وفقہا کی فہرست میں نمایاں ہے جنھیں ہمیشہ سنہری لفظوں میں یاد کیا جائے گا کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام محمد نے عراقی فقہ کو پوری شرح وبسط کے ساتھ مدوّن کر کے عراقی فقہ کو گمنامی یا ضیاع سے بچالیا ہے اس تدوینی عمل کی وجہ سے امام محمد کی تالیفات مذہب حنفی کا ستون بن گئی ہیں آپ کے بعد آنے والے تمام فقہا اور شارحین احناف آپ کے اور آپ کی تالیفات کے محتاج ہیں۔

حواشی

۱) صاحبین، امام ابوحنیفہ کے دوجلیل القدر شاگردوں کو کہا جاتا ہے ایک امام ابو یوسف اور دوسرے امام محمد بن حسن شیبانی۔یہ یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کی تعداد انتہائی کثیر تھی مگر یہ اعزاز صرف انہی دوحضرات کو نصیب ہوا کہ وہ امام ابوحنیفہ کے صاحبین کہلائے۔

۲) دائرہ معارف اسلامیہ، مادہ''الشیبانی''، دانش گاہ پنجاب لاہور، طبع اوّل ۱۹۸۹ء، جلد ۱۱، ص ۸۴۳

۳) تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔دائرہ معارف اسلامیہ میں پیدائش کا سال ۱۳۲ھ درج ہے بعض مورخین مثلاً طبری اور ابن سعد بھی اسی پر متفق ہیں جب کہ دیگر علما کے نزدیک سال ولادت ۱۳۱ھ ہے۔

۴) ابن سعد، طبقات کبری، مطبعۃ بریل لیڈن، ۱۳۲۲ھ، جلد ۷، ص ۷۸

۵) زاہد کوثری، محمد،''بلوغ الامانی فی سیرہ امام محمد بن حسن شیبانی''، مکتبہ الخانجی، ص ۵

۶) الکردری، محمد شہاب الکردری، مناقب امام اعظم حیدرآباد، انڈیا، جلد ۲، ص ۱۵۵

۷) سرخسی، محمد بن احمد سہل، امام،''شرح سیر الکبیر''، حیدرآباد دکن، ۱۳۳۵ھ، جلد ۱، ص ۹

۸) داؤد طائی کوفی فقیہ ہیں۔انہوں نے امام اعظم سے تحصیل علم کی پھر عبادت اور تنہائی کی زندگی گذارنے لگے۔امام محمد بعض مسائل دریافت کرنے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔(مقدمہ الآثار، ص ۸)

۹) الکردری،''مناقب امام اعظم''، ایضاً

۱۰) خطیب بغدادی، ''تاریخ بغداد''، مطبعۃ السعادۃ، جلد۲، ص ۱۷۰ تا ۱۷۵

۱۱) ابوزہرہ، محمد، ''ابوحنیفہ''، دارالفکر العربی، ص ۲۲۴

۱۲) ''تاریخ بغداد''، جلد۲، ص ۱۷۶

۱۳) ایضاً، ص ۱۹۹

۱۴) ابن سعد ''طبقات کبریٰ''، مطبعۃ بریل لیڈن، ۱۳۲۲ھ، جلد۳، ص ۲۷۸

۱۵) بغداد، عباسی عہد میں تعمیر ہوا تھا۔ اس کی تعمیر وتزئین پر زرکثیر خرچ کیا گیا۔ عباسیوں نے علما وشعراء پر انعامات وعطیات کی بارش کرکے انھیں ادھر کا رخ کرنے اور اقامت اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔ یہاں تک کہ بغداد علم وادب کا مرکز بن گیا اور کوفہ کی قدر ومنزلت اس کے سامنے ماند پڑگئی۔

۱۶) ابن سعد ''طبقات کبریٰ''، مطبعۃ بریل لیڈن، ۱۳۲۲ھ، جلد۳، ص ۲۷۸

۱۷) طبری، محمد بن جریر، ''تاریخ طبری''، جلد۳، ص ۶۱۹ (تحقیق ابوالفضل ابراہیم، دارالمعارف) ۱۷۶ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے زیدی امام یحییٰ بن عبداللہ کے بارے میں اُن سے مشورہ کیا، خلیفہ چاہتا تھا کہ یحییٰ کو سزا دی جائے، امام محمد کا موقف تھا کہ امان دینے کے بعد نقض عہد کرکے یحییٰ کو سزا دینا جائز نہیں۔

۱۸) دائرۃ المعارف اسلامیہ ''الشیبانی''، جلد۱۱، ص ۸۴۳

۱۹) جواھر المضیہ میں ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے اختتام تک امام محمد کی قبر معروف ومعلوم تھی۔

۲۰) ''ابوحنیفہ''، ص ۲۰۶ تا ۲۰۸

۲۱) ایضاً

۲۲) ابن ندیم، ''الفہرست''، لیپزگ ۱۸۷۸ء، ص ۲۰۴

۲۳) فقہ تقدیری سے مراد فرضی مسائل پر مشتمل فقہ ہے۔ فقہ تقدیری کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہوا مگر اس کا اصل ارتقاء دوسری صدی ہجری میں ہوا۔ خاص طور سے عراق میں یہ فقہ خوب پھیلا، امام ابوحنیفہ اپنے ہم عصر فقہاء میں سب سے زیادہ فرضی مسائل پر توجہ دیتے تھے۔

۲۴) جوزجانی سے مراد موسیٰ بن سلیمان ابوسلیمان ہیں جو امام محمد کے شاگرد ہیں۔ جوزجانی نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور امام محمد سے کئی کتابیں روایت کیں۔ ۲۰۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔

۲۵) سرخسی، محمد بن احمد سہل، امام، المبسوط، بیروت، ت ن جلد۱۴، ص ۱۳

۲۶) ''ابوحنیفہ''، ص ۳۱۰۔۳۱۵

۲۷) ایضاً

۲۸) عیسی بن آبان بن صدقہ ابودوسی، حافظ اور امام فی الفقہ تھے، انتہائی سخی اور فیاض تھے اور بصرے کے قاضی تھے بصرہ ہی میں ۲۲۱ھ میں فوت ہوئے۔

۲۹) ابن ندیم، الفہرست، ص ۲۰۴

۳۰) کہتے ہیں کہ جب امام محمد نے جامع کبیر کی تصنیف کا آغاز کیا تو گھر کے تہہ خانے میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اور اہل خانہ کو ہدایت دی کہ کوئی ایسی چیز ان کے سامنے نہ لائی جائے جس سے ان کا دھیان بٹے، مالی معاملات کے لیے ایک وکیل مقرر کردیا، گھریلو معاملات بھی اسی کے سپرد تھے پھر اس کتاب کا آغاز کیا۔

۳۱) ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام محمد کی جو کتابیں الصغیر کے نام سے موسوم ہیں وہ انہوں نے امام یوسف سے روایت کی ہیں اور جو کتابیں کبیر کے نام سے موسوم ہیں وہ امام یوسف سے روایت کردہ نہیں۔ (حاشیہ ابن عابدین، ص ۵۵)

۳۲) محمد بن شجاع ثلجی، عراقی آئمہ رائے میں قوی الحجت امام تھے۔ فقہ اور حدیث میں وسیع شہرت کے حامل تھے۔ ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۲۶۶ھ میں

وفات پائی۔

۳۳)''بلوغ الامانی''، مکتبہ الخانجی، ص ۵۸

۳۴)سرخسی، امام، شرح سیر الکبیر، جلد۴ (فہرست مسائل) حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۵ھ

۳۵)اسماعیل بن توبہ قزوینی ہارون الرشید کے بیٹوں کے اتالیق تھے۔ وہ ہارون الرشید کے بیٹوں کو لے کر امام محمد کی مجلس میں شریک ہوتے تھے تاکہ ہارون الرشید کے بیٹے مامون اور امین اُن سے سیر الکبیر کی سماعت کریں۔ خود اسماعیل سیر الکبیر سن کر آگے اس کی روایت کرتے تھے۔

۳۶)ابوحنیفہ، ص ۲۱۶

۳۷)ڈاکٹر محمد حمید اللہ اطلاع دیتے ہیں کہ کتاب الآثار کے بیس سے زائد نسخے ترکی کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ islam Medeniyeti، ص ۴۵

۳۸)محمد بن حسن، امام، الحجہ، ہندوستان سے اس کا نیا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔

۳۹)ابوزہرہ، شیخ محمد، ''مالک''، مکتبہ الانجلو المصریہ، سن ندارد، ص ۱۹۲

۴۰)یحییٰ بن یحییٰ بن ابی عیسیٰ لیثی نسلاً بربر تھے۔ انہوں نے قرطبہ میں تعلیم حاصل کی۔ مشرق کا سفر کیا۔ امام مالک اور دیگر علما مکہ و مصر سے کسب فیض کیا۔ آپ اندلس کے مشہور عالم تھے۔ ۲۳۴ھ میں قرطبہ ہی میں انتقال کیا۔

۴۱)اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امام مالک نے ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے خود لکھا پھر اسے حبیب نامی اپنے کاتب کے حوالے کر دیا جس نے اس کی نقل تیار کی۔ یہ کاتب امام مالک کے حلقہ درس میں لوگوں کے سامنے مؤطا پڑھتے تھے اور امام صاحب اپنی مسند پر بیٹھے اسے سنا کرتے تھے۔ جبکہ شرکائے حلقہ اسے لکھتے جاتے تھے۔ امام مالک ہر سماعت میں حسب ضرورت اپنی کتاب میں کمی بیشی کرتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے ترتیب و تبویب، کمی و زیادتی اور مسند و مرسل کے لحاظ سے مؤطا کے نسخے مختلف ہو گئے۔

۴۲)ابوزہرہ، محمد، ''المالک''، مکتبہ الانجلو المصریہ ص ۱۹۲

۴۳)''تاریخ بغداد''، جلد ۶ ص ۱۷۵

۴۴)صمیری، ابوعبداللہ بغدادی، ''اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ''، مخطوطہ، دار الکتب معریہ ص ۱۲۰

۴۵)''المبسوط''، جلد ۱۲ ص ۱۸۷

۴۶)ایضاً